(۱۲)

مومن خدا کیلئے کام کرتا ہے

(فرمودہ ۲۳؍اپریل ۱۹۳۷ء)

تشہّد ،تعوّ ذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انسانی کمزوری ایسے موقع پر جا کر کھلتی ہے جبکہ وہ دیکھتے اور جانتے بوجھتے ہوئے ایک غلط اقدام کر بیٹھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ نہایت ہی ہوشیار، چالاک اور دانا ہے حالانکہ وہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار رہا ہوتا ہے۔ منافق کی حالت بالکل ایسی ہوتی ہے۔ وہ خیال یہ کرتا ہے کہ میرے جیسا چالاک اور ہوشیار کوئی نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کی بیوقوفی کو ظاہر کر رہا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ منافقوں کے متعلق فرماتا ہے کہ جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ تم یہ کیا حرکتیں کرتے ہو؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ [1]۔ ہم تو صرف اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ [2]۔ خوب کان کھول کر سُن لو کہ یہی منافق فتنہ فساد پیدا کرنے والے لوگ ہیں ہاں وہ اپنے فتنہ وفساد والے کاموں کی حقیقت کو سمجھتے نہیں۔ بسا اوقات وہ ایک فتنہ انگیز حرکت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کیا زد لگائی ہے۔ بسا اوقات خیال کرتے ہیں کہ کیا دھوکا دیا۔ بسا اوقات یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے کیسی تدابیر اختیار کر رکھی ہیں کہ ہماری حقیقت کو کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ حالانکہ ان کی مثال اس اندھے اور سوجاکھے کی ہوتی ہے جن کے متعلق یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک اندھا اور سوجاکھا اکٹھے کھانے بیٹھے۔ سوجاکھے نے تو جس طرح انسان کھاتے ہیں کھانا شروع کر دیا لیکن اندھے کو خیال ہوا کہ یہ ضرور جلدی جلدی کھا رہا ہوگا، اِس لئے اُس نے بھی جلدی

جلدی ہاتھ مارنا شروع کیا۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ اس نے مجھے جلدی جلدی کھاتے دیکھ لیا ہے اِس لئے اب یہ اور بھی جلدی جلدی کھانے لگا ہوگا لہٰذا مجھے اور جلدی کھانا چاہئے اور اُس نے لُقمے آدھے ہی چبا چبا کر نگلنے شروع کئے۔ پھر اُسے خیال آیا کہ میری اِس حرکت کو بھی اس نے دیکھ تو لیا ہی ہے اس لئے ضرور اس نے کوئی اور تدبیر زیادہ سے زیادہ کھانے کی کرلی ہوگی اس لئے مجھے بھی اور زیادہ کھانا چاہئے اور اس نے دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اب آنکھوں والے نے بھی کوئی اور تدبیر نکال لی ہوگی اور اس کے مقابلہ میں اس نے ایک ہاتھ سے منہ میں اور دوسرے سے جھولی میں ڈالنا شروع کر دیا۔ پھر خیال کیا کہ ضرور ہے اس کے مقابلہ میں بھی اس نے کوئی اور تجویز نکالی ہو اور چونکہ اس کے ذہن میں کوئی اور صورت نہ آسکی، اس نے تھالی کو اُٹھاتے ہوئے کہا کہ بس جی! اب یہ میرا ہی حصہ ہے۔ حالانکہ آنکھوں والے نے اُسی وقت سے کھانے سے ہاتھ اٹھالیا تھا جب سے اندھے نے جلدی جلدی کھانا شروع کیا تھا اور اس دوران میں وہ دیکھتا رہا تھا کہ اندھا کیا کر رہا ہے۔ یہی حال منافقوں کا ہوتا ہے۔ مومن دیکھتا ہے کہ وہ کیا بیوقوفی کر رہا ہے مگر اس طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ مگر منافق خیال کرتا ہے کہ اب یہ تدبیریں کرتے ہوں گے اور اس کے مقابلہ میں مجھے یوں کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس کے چہرے سے نقاب اُٹھا دیتا ہے اور وہ تھالی اُٹھا کر کہتا ہے کہ یہ میرا حصہ ہے اور دنیا کو پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ منافق ہے۔ مومن اُس سے رعایت کرتا ہے اور منافق سمجھتا ہے یہ میری چالاکی ہے۔ مومن عفو سے کام لیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے میں نے ڈرا دیا۔ مومن چشم پوشی کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے میں نے خوب دھوکا دیا۔

تمہارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جن کے متعلق میں دس دس اور پندرہ پندرہ سال سے جانتا ہوں کہ وہ منافق ہیں۔ اتنے سالوں سے وہ جو جو کارروائیاں اور جو جو بکواس اِس سلسلہ کے اور میرے خلاف کرتے رہے ہیں میں جانتا اور سنتا ہوں مگر وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت چالاک ہیں اور ہماری ان باتوں کا کسی کو علم بھی نہیں ہوسکتا اور اگر کبھی پتہ لگ جائے کہ ان کی کسی بات کا مجھے علم ہوگیا ہے اور میں خاموش رہوں تو سمجھتے ہیں کہ یہ ڈر گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مَیں اِن سے ڈرتا نہیں ہوں اور ان کے پاس ہے ہی کیا جس سے میں ڈروں۔ کیا ان کے پاس پیغامیوں سے زیادہ طاقت ہے؟ اور جب میں ان پیغامیوں سے نہ ڈرا تو ان کی ذرّیت سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ پھر میرا خاموش رہنا عدمِ علم کی وجہ سے

بھی نہیں ہوتا۔ مجھے ایک ایک بات کی رپورٹ پہنچتی ہے اور جن کے سامنے وہ باتیں کرتے ہیں وہ کون سے چُھپاتے ہیں۔ مثلاً پیغامی ہی ہیں وہ ایسے لوگوں کی باتوں کو کب چُھپاتے ہیں۔

پرسوں ہی ایک عزیز کا خط مجھے آیا۔ وہ مجھے لکھتے ہیں کہ میں ریل میں سوار تھا اور فلاں پیغامی بھی وہیں بیٹھے تھے۔ اس پیغامی کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں کون ہوں وہ کہنے لگا دیکھو قادیان کے فلاں فلاں آدمی کتنے مخلص سمجھے جاتے ہیں مگر ہم لوگ جب جاتے ہیں تو وہ ہم سے ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اس عزیز کیلئے یہی بات اچنبھا تھی مگر میرے لئے نہیں۔ میں ان میں سے بعض کے متعلق دس دس سال سے جانتا ہوں۔ بعض کے متعلق دو سال اور بعض کے متعلق ایک سال سے مجھے علم ہے۔ مگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی چالاکی سے گزارہ کر رہے ہیں حالانکہ ان کا گزارہ صرف مومنانہ عفو اور درگزر سے ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے آج سے دس سال، چار سال، دو سال، ایک سال اور اگر وہ حدیث العہد ہیں تو چھ ماہ قبل بھی توفیق تھی کہ ان کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دوں اور آج بھی اگر وہ پکڑے جائیں تو قسمیں کھائیں گے کہ یہ سراسر اتہام ہے، بُہتان ہے۔ مگر اب وہ سمجھتے ہیں کہ بڑے بہادر ہیں اور میں ان سے ڈرتا ہوں یا وہ بڑے چالاک اور ہوشیار ہیں اور مجھے ان کا علم نہیں۔ ان کی مثال اُس کبوتر کی سی ہے جس پر جب بلی حملہ کرتی ہے تو وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتا اور سمجھتا ہے کہ اب وہ مجھے دیکھ نہیں سکتی۔

یہاں ایک بیچارہ آدمی تھا جس کی عقل میں فتور آ گیا تھا اور چونکہ ہم زمانۂ الہام کے بالکل قریب ہیں اس لئے احمدیوں میں سے اگر کسی کا دماغ خراب ہو تو وہ نبوت یا ماٗموریت کا دعویٰ کرتا ہے۔ جیسے رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بہت سے جھوٹے مدعیانِ نبوت کھڑے ہوئے تھے۔ آجکل غیر احمدی اعتراض کرتے ہیں کہ مدعیانِ نبوت و ماموریت احمدیوں میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ مگر نادانوں کو نظر نہیں آتا کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی مسلمانوں میں سے ہی ایسے لوگ پیدا ہوتے تھے۔ یہ تو ہماری صداقت کی علامت ہے۔

قرآن کریم بتاتا ہے کہ جب بارش کا پانی اترتا ہے تو اچھے اور بُرے دونوں قسم کے پودے اس سے نشوونما پاتے ہیں۔ اسی طرح جب الہام کا پانی اترتا ہے تو آسمانی ترقی کے متعلق جو حرصیں اور آرزوئیں ہوتی ہیں وہ دعوؤں کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں۔ ایک ہی پانی سے انگور میٹھا اور حنظل کڑوا ہوتا ہے۔ اسی سے کھمب تریاقی صفت ہوتی ہے اور پدبہیڑا زہریلا۔ الٰہی کلام بھی پانی کی حیثیت رکھتا ہے۔

وہ جس پر گرتا ہے اُس کی مخفی استعدادوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ جس طرح بارش کا پانی جب انگور پر پڑتا ہے تو اسے زیادہ میٹھا کر دیتا ہے اور کھٹے پر پڑتا ہے تو اسے زیادہ کھٹا بنا دیتا ہے۔ وہ گیہوں پر گرتا ہے تو اسے زیادہ موٹا کرتا ہے اور جَو پر گرتا ہے تو اسے بھی موٹا کرتا ہے۔ وہ صرف نشو ونما دیتا اور خفیہ طاقتوں کو بیدار کرتا ہے۔ جہاں خفیہ طاقتیں بُری ہوں وہاں وہ اُن کو اُبھارتا ہے اور جہاں اچھی ہوں وہاں اُن کو اُبھارتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کا نتیجہ تھے۔ مگر کیا اس میں بھی کوئی شبہ ہے کہ ابوجہل بھی قرآن کریم کا ہی نتیجہ تھا۔ اگر قرآن کریم نے ایک طرف محمد رسول اللہ ﷺ کی طاقتوں کو اُبھار کر آپ کو خاتم النبیّین بنا دیا تو دوسری طرف بُری طاقتوں کو اُبھار کر ابوالحکم کو ابوجہل بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم فرماتا ہے یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا [۳]۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن کریم بری باتیں سکھاتا ہے بلکہ یہ ہے کہ اِس کی مثال پانی کی ہے جو تھوہر کو بھی اور انگور کو بھی نشو ونما بخشتا ہے۔ پانی تو صاف ہوتا ہے مگر اس کا کام خفیہ طاقتوں کو بیدار کرنا ہوتا ہے جو اندر ہو وہ باہر آ جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کا نام البیان بھی رکھا گیا ہے [۴]۔ کیونکہ وہ ظاہر کر دیتا ہے۔

تو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسی مخفی طاقتوں والے لوگ مدعی بن کر کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی جن کے دلوں میں مخفی کبر یا ریاء تھا ان پر جب الہام کا پانی گرا تو وہ دعوے کرنے لگے۔ اسی قسم کا ایک مریض یہاں پچھلے دنوں آیا تھا۔ میں نے سنا ہے بعض لوگ اس کی طرف منسوب کر کے باتیں میرے متعلق کہتے تھے جو مجھ تک پہنچتی تھیں۔ میں نے سمجھ لیا کہ ضرور کوئی بات ہے اور شاید یہی لوگ اُس کو یوں کہتے ہیں۔ آخر اُس کا ایک بھائی میرے پاس آیا اور اُس نے بتایا کہ میں نے اسے کہا تھا کہ تمہارے دماغ میں نقص ہے تمہیں چاہئے کہ سوچو اور غور کرو اور ایسی باتیں نہ کرو۔ تو اُس نے جواب دیا کہ تم تو مجھے یہ کہتے ہو مگر قادیان کے بعض بڑے بڑے آدمی مجھے یوں کہتے ہیں کہ تمہیں کوئی جنون وغیرہ نہیں تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے کہا اس نے ایک فلاں شخص کا نام لیا ہوگا اور اُس نے اقرار کیا کہ ہاں۔ دوسرا نام بھی میں لینا چاہتا تھا مگر اِخفاء سے کام لیا اور وہ اس نے خود ہی لے دیا۔ تب میں نے کہا کہ میں یہ نام لینا چاہتا تھا مگر مصلحتاً خاموش رہا تھا سو یہ نہیں کہ مجھے علم نہیں ہوتا بلکہ بعض دفعہ تو اس لئے خاموش ہو جاتا ہوں کہ ثبوت اِس حد تک نہیں ہوتا کہ جس کی موجودگی میں شریعت گرفت کی اجازت دیتی ہے اور بعض دفعہ اِس لئے خاموش رہتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ ہدایت

دے دے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ منافق کو ہدایت بہت کم ملتی ہے مگر پھر بھی سَو میں سے دس ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جن کو ہدایت نصیب ہوگئی۔ گو اب میری رائے یہی ہوتی جارہی ہے کہ منافقوں کو زیادہ ڈھیل دینا شاید اور منافق پیدا کرنے کا موجب ہو۔ کیونکہ جب ایک منافق نکلتا ہے تو وہ کوئی نہ کوئی بیج چھوڑ جاتا ہے جو اپنے وقت پر پودا پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن اس کا علاج میں اب تک نہیں سوچ سکا کہ شریعت جب تک سزا کی اجازت نہیں دیتی اُس وقت تک کیا کِیا جائے۔ کیونکہ ایسے ثبوت سے پہلے اگر سزا دی جائے تو ظلم کا راستہ کُھل جاتا ہے۔

بہرحال ایسے لوگ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہوتے اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ رؤیا میں ان کی شکلیں بھی دکھا دیتا ہے۔ ایک دفعہ میں اپنے بڑے گھر میں تھا یعنی جہاں میری بڑی بیوی رہتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی صحن میں رہا کرتے تھے۔ مجھے نیچے گلی میں کچھ کھڑ کا معلوم ہوا اور ایسا القاء ہوا کہ گویا نیچے منافقین ہیں۔ میں نے نالی کے سوراخ میں سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ دیواروں سے لگے کھڑے ہیں اور اندر جھانک کر کچھ دیکھنا چاہتے ہیں یا کان لگا کر سُننا چاہتے ہیں۔ جب اُنہیں معلوم ہوا کہ میں دیکھ رہا ہوں تو وہ بھاگے۔ وہ تعداد میں جہاں تک یاد ہے نو تھے۔ بھاگتے ہوئے ان میں سے بعض کو میں نے پہچان بھی لیا اور ایک کا علم تو اب تک ہے۔ مگر بعض کے متعلق اللہ تعالیٰ نے عفو سے کام لیا اور میں اُن کو دیکھ نہ سکا۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اس طرح بھی کرتا ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص میرے سامنے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر اُس کا اندرونہ کھول دیتا ہے اور مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ اِس پر اِن دنوں نِفاق کی حالت طاری ہے۔ مگر میں خاموش رہتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے دے۔ لیکن میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ منافقوں پر نصیحت کا اثر کم ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو ہوشیار اور ہم کو بیوقوف، ہمیں مفسد اور اپنے آپ کو مصلح سمجھتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہماری نصیحت اُن پر کیا اثر کر سکتی ہے۔ پھر وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم ان سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر فی الواقعہ ہمارے متعلق علم ہے تو ہمیں نکالتے کیوں نہیں اور جب کسی منافق کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ چونکہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں وہ اپنے دل میں کہتے ہیں وہ کوئی اور بیوقوف ہوگا جس کا علم ہوگیا ہم ایسی ہوشیاری سے کام کرتے ہیں کہ ہمیں پکڑنا آسان نہیں۔

پس میں اُن سے نہیں بلکہ تم لوگوں سے جو مخلص ہو کہتا ہوں کہ غور کرو کیا منافق کوئی نئی قسم کا سر

اور نئی قسم کا دل و دماغ لے کر آتا ہے؟ جسمانی لحاظ سے مومن اور منافق میں کوئی فرق نہیں ہوتا بالکل باریک فرق ہے پُلِ صراط کی طرح۔ جب انسان ایمان سے ذرا ادھر ہو تو منافق بن جاتا ہے۔ اچھی طرح یاد رکھو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کیلئے کام کرتا ہے وہ مومن ہے اور جس کے کام میں نفس کی ملونی ہے وہ منافق ہے۔ ایک شخص بہت عبادت گزار اور نیک کام کرنے والا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا تعالیٰ کی ڈیوڑھی پر پہنچ جاتا ہے مگر منافقت اُس کے دل کے پردوں میں چُھپی ہوئی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اُسے کوئی کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے بڑی خدمت کی مگر میری کوئی قدر نہیں کی گئی اور اُس کی منافقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی پہلی حالت میں بھی منافق تھا اور اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ منافق ہے۔ مگر پہلے اُس کا نفاق ایمان کے لباس میں چُھپا ہؤا تھا۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک جنگ میں ایک شخص بڑے جوش اور زور کے ساتھ اسلامی لشکر کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی جہنمی کو روئے زمین پر چلتے پھرتے دیکھنا ہو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ صحابہؓ اِس بات کو سُن کر حیرت میں پڑ گئے اور بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر اتنی قربانی کرنے والا بھی جہنمی ہے تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا۔ بعض نے کہا کہ رسول کریم ﷺ کو غلط رپورٹیں پہنچائی گئی ہیں۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا افسوس ہے لوگ رسول کریم ﷺ کی بات میں شک کرتے ہیں اور میں اس شخص کے ساتھ رہوں گا تا اس کا انجام دیکھ سکوں۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ رہے اور بیان کرتے ہیں کہ اس نے اِس قدر شدید لڑائی کی کہ دشمن کے چھکّے چُھڑا دیئے۔ آخر وہ زخمی ہو کر گرا اور شدتِ درد سے کراہ رہا تھا۔ کئی صحابہؓ جو نہ جانتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے اس کے متعلق کیا فرمایا ہے یا جانتے تو تھے مگر سمجھتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کو غلط رپورٹیں پہنچائی گئی ہیں، وہ آتے اور اُسے کہتے اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ مگر وہ جواب دیتا کہ اَبْشِرُوْنِیْ بِالنَّارِ مجھے دوزخ کی خبر دو۔ اِس پر وہ صحابہ حیران ہوتے اور کہتے کہ یہ کیا کہہ رہے ہو تم نے اسلام کیلئے اتنی قربانیاں کی ہیں۔ مگر وہ جواب دیتا کہ میں نے اسلام کیلئے کوئی قربانی نہیں کی۔ اِن لوگوں نے میرے بعض رشتہ داروں کو مارا ہؤا تھا اور میں نے ان سے محض ان کا انتقام لیا ہے۔ گویا اُس نے اقرار کر لیا کہ رسول کریم ﷺ نے اس کے متعلق جو فرمایا تھا وہ صحیح تھا۔ وہ خدا کیلئے نہیں لڑ رہا تھا اور اس نے خود اقرار کر لیا کہ میں جہنمی ہوں۔[۵]

اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کیلئے لڑنے والے اور جنتی کی مثال یہ ہے کہ غزوۂ خیبر میں حضرت علیؓ نے ایک بڑے جنگجو اور زبردست دشمن کو جب زمین پر گرا لیا اور اُسے مارنے لگے تو اُس نے آپ کے منہ پر تُھوک دیا۔ اس پر آپ فوراً الگ ہوکر کھڑے ہوگئے۔ اُس نے کہا آپ نے مجھے اس قدر کوشش سے گرایا اور جب مجھے مارنے کا وقت آیا تو اُٹھ کر علیحدہ کھڑے ہوگئے۔ آپ پر میری تلوار نے تو کوئی اثر نہ کیا، یہ کیا بات ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جب میں تم سے لڑ رہا تھا تو تمہیں اسلام کا دشمن سمجھ کر لڑتا تھا لیکن جب تم نے مجھ پر تھوکا تو چونکہ مجھے یہ حرکت بُری معلوم ہوئی اور میرے دل میں بغض پیدا ہوگیا۔ میں نے سمجھا کہ اگر اب میں نے تمہیں مارا تو میں خدا کے نزدیک قاتل ٹھہروں گا کیونکہ میرا تم کو قتل کرنا اپنے غصہ کی وجہ سے ہوگا۔[6]

تو جن لوگوں کے اندر نفاق ہوتا ہے ان کے دل کے اندر ایک چھوٹی سی رگ ہوتی ہے جو دھڑکتی رہتی اور موٹی ہوتی رہتی ہے۔ وہ اس کے کان میں کہتی رہتی ہے کہ تُو بڑا آدمی ہے تُو نے بہت قربانیاں کی ہیں مگر تیری قدر نہیں کی جاتی۔ مگر مومن کے اندر ایک رگ ہوتی ہے۔ جو اُسے کہتی رہتی ہے کہ دیکھ تُو کتنا ذلیل تھا، کمزور تھا، بے سروسامان تھا مگر اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہے کہ اُس نے تجھے بھی خدمت کا موقع دے دیا۔ اور جب لوگ اُسے آگے کرتے ہیں تو وہ شرمندہ ہوکر جُھک جاتا اور کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے ہی کیا جو کچھ کیا یہ میرا کام نہیں ہے۔ پھر لوگ مجھے کیوں آگے کرتے ہیں، میں نے تو کوئی کام نہیں کیا۔

پس مومن اور منافق میں نمایاں فرق یہی ہوتا ہے ورنہ منافق کے سر پر سینگ نہیں ہوتے۔ منافق اگر کوئی کام کرتا ہے تو اُسے خیال ہوتا ہے کہ میری قدر ہونی چاہیئے مگر مومن کوئی کام کرے تو اس کی ندامت بڑھتی اور شرمندگی ترقی کرتی ہے۔ وہ جُوں جُوں اُونچا ہوتا ہے خدا کا جلال اسے زیادہ نظر آتا ہے مگر منافق اپنے آپ کو بڑا اور خدا کے جلال کو چھوٹا سمجھتا ہے۔ منافق اور مومن کی مثال یوں سمجھ لو کہ دو شخص ہوائی جہاز میں بیٹھے ہیں۔ مومن اونچا ہوتا جاتا ہے اور اسے سورج بڑا اور زمین چھوٹی نظر آتی ہے مگر منافق نیچا ہوتا جاتا اور اسے سورج چھوٹا اور زمین بڑی نظر آتی ہے۔ بس یہی فرق دونوں میں ہوتا ہے۔ ورنہ نمازیں منافق بھی پڑھتا ہے اور مومن بھی۔ روزے دونوں رکھتے ہیں، حج دونوں کرتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت دونوں کرتے ہیں، صدقہ وخیرات بھی دونوں کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے

کہ منافق کے اندر بڑائی اور کبر ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے میں ہی بڑا ہوں، وہ اپنی عزت چاہتا ہے۔ لیکن مومن خدا کی عزت چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی منافق کی نظروں میں ہی اس کے نفس کو بڑا اور مومن کی نگاہ میں اس کے نفس کو چھوٹا کر کے دکھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان روشنی ہے اور نفس ایک سیاہی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دل پر ایک سیاہ داغ ہوتا ہے جو شخص نیک کام کرے اُس کی سیاہی گھٹتی اور سفیدی بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ سارا دل اُس کا سفید ہو جاتا ہے۔ لیکن جو ریاء سے کام لیتا ہے اور کبر پسند ہوتا ہے، اُس کے دل کی سفیدی کم ہوتی اور سیاہی بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کا تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ [۲] تم جو منافق نہیں ہو یہ مت سمجھو کہ تم نِفاق کے خطرہ سے محفوظ ہو۔ مسلمانوں پر زوال اِسی وجہ سے آیا کہ ان میں کروڑوں منافق بن گئے۔ وہ اسلام کا دعویٰ تو بے شک کرتے تھے مگر حقیقی محبت اسلام باقی نہیں رہی تھی۔ وہ اپنے نفسوں کو مقدم کرنے لگے اور اُن کے دِلوں میں عُجب اور کبر آ گیا۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو خواہ کتنا بڑا کیوں نہ سمجھیں اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف ہے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ ایک بڑی لمبی نالی ہے جو کئی کوس تک چلی جاتی ہے اور اس نالی پر ہزارہا بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں۔ اس طرح پر کہ بھیڑوں کا سر نالی کے کنارہ پر ہے، اس غرض سے کہ تا ذبح کرتے وقت ان کا خون نالی میں پڑے اور باقی حصہ ان کے وجود کا نالی سے باہر ہے اور نالی شرقاً غرباً واقع ہے اور بھیڑوں کے سر نالی پر جنوب کی طرف رکھے گئے ہیں اور ہر ایک بھیڑ پر ایک قصاب بیٹھا ہے۔ اور ان تمام قصابوں کے ہاتھ میں ایک ایک چُھری ہے جو ہر ایک بھیڑ کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور آسمان کی طرف ان کی نظر ہے گویا خدا تعالیٰ کی اجازت کے منتظر ہیں اور میں اس میدان میں شمال کی طرف پھر رہا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو دراصل فرشتے ہیں، بھیڑوں کو ذبح کرنے کیلئے مستعد بیٹھے ہیں محض آسمانی اجازت کی انتظار ہے اور تب مَیں ان کے نزدیک گیا اور میں نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی **قُلْ مَایَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاءُ کُمْ** یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا تمہاری پرواہ کیا رکھتا ہے۔ اگر تم اس کی پرستش نہ کرو اور اس کے حکموں کو نہ سنو اور میرا یہ کہنا ہی تھا کہ فرشتوں نے سمجھ لیا کہ ہمیں اجازت ہوگئی۔ گویا میرے منہ کے لفظ خدا کے لفظ تھے۔ تب فرشتوں نے جو قصابوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے فی الفور اپنی بھیڑوں پر چُھریاں پھیر دیں اور چُھریوں کے لگنے سے بھیڑوں نے ایک دردناک طور پر تڑپنا شروع کیا۔ تب ان

فرشتوں نے سختی سے ان بھیڑوں کی گردن کی تمام رگیں کاٹ دیں اور کہا کہ تم چیز کیا ہو گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔[8]

جو شخص خود عجز اور انکساری دکھاتا ہے اور خدا کیلئے بڑی سے بڑی ذلت برداشت کرنے کیلئے تیار رہتا ہے، اُس کیلئے دنیا بھی موتی اور ہیرے بن جاتی ہے۔ مگر جو اپنے لئے دنیا کی طرف جھکتا اور بڑائی دکھاتا ہے وہ اس کیلئے گوہ بن جاتی ہے اس لئے کہ وہ خدا کا مال ہے اور جو خدا کا نہیں، خدا کے مال پر اس کا کوئی حق نہیں۔ دنیا اگر مومن کے پاس ہو تو وہ چونکہ خدا کا بندہ ہے وہ اس کیلئے حلال طیب بن جاتی ہے اور منافق کے پاس ہو تو چونکہ اس کیلئے حرام ہوتی ہے وہ اس کیلئے نجاست بن جاتی ہے کیونکہ وہ خدا کا مال ہے جس پر منافق کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ وہ ایک کو انسان بنا دیتی ہے اور دوسرے کو گوہ کھانے والی بھیڑ۔ جب وہ سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں اُس وقت وہ گوہ کھانے والی بھیڑ ہے اور جب اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے اُس وقت وہ خدا کا سپاہی بنتا ہے اور خدا تعالیٰ اُس کے ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان، ناک ہو جاتا ہے۔ وہ خدا کا مظہر ہے اِس لئے خدا کی چیزیں اُس کیلئے حلال اور طیب ہو جاتی ہیں لیکن جب وہ اپنا ایک الگ وجود بتاتا ہے تو وہ غیر ہو جاتا ہے اور غیر کو خدا تعالیٰ کے مال پر کوئی حق نہیں۔

پس اپنے نفسوں کو ٹٹولو اور دیکھو کہ تمہاری قربانیاں اپنے نفس کیلئے تو نہیں۔ اگر تم کسی عزت کے طالب ہو، اگر معاوضہ کے خواہاں ہو تو تم گوہ کھانے والی بھیڑیں ہو۔ لیکن اگر تم نمازیں پڑھتے، چندے دیتے اور قومی کام کرتے ہو اور ہر کام کے بعد تم دیکھتے ہو کہ تمہارا نفس اور بھی چھوٹا ہو گیا ہے یہاں تک کہ ایک دن آتا ہے کہ تم اپنے آپ کو دیکھ ہی نہیں سکتے، تمہارا وجود مٹ جاتا ہے تو تم بیشک مومن ہو۔ بعض لوگ بڑے حیران ہوتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا عالم ہے، نمازیں پڑھتا اور روزے رکھتا ہے وہ منافق کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ منافق اُسے نہیں کہتے جو نمازیں نہ پڑھے یا روزے نہ رکھے بلکہ منافق وہ ہے جو کام اپنے نفس کیلئے کرتا ہے اور پھر چیختا اور شور مچاتا ہے کہ میری قدر نہیں کی گئی۔ اگر کہو کہ کس طرح پتہ لگے کہ کوئی شخص ذاتی عزت کا خواہاں ہے تو اِس کا طریق آسان ہے۔ تم دیکھو کہ جب وہ ایک جماعت میں شامل ہے اور پھر اس پر اعتراض بھی کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ ذاتی عزت چاہتا ہے۔ دراصل جماعت میں خرابی نہیں۔ اگر فی الواقعہ جماعت میں خرابی ہوتی تو وہ اس میں شامل ہی کیوں رہتا۔ اگر جماعت کو ہی وہ بُرا سمجھتا ہے تو اس سے الگ کیوں نہیں ہو جاتا۔ شامل رہنے اور پھر اعتراض کرنے

کا مطلب یہی ہے کہ اگر میں لیڈر ہوتا تو پھر یہ جماعت اچھی تھی۔ اس کا فعل ہی دلالت کرتا ہے کہ وہ عزت کا بھوکا ہے اور اگر وہ کہتا ہے کہ مجھے عزت کی ضرورت نہیں تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ کیونکہ اُس کا عمل اُس کے قول کو ردّ کر رہا ہوتا ہے۔ وہ یقیناً عزت کا خواہشمند ہے اور یہی خواہش اسے ذلیل کرتی جاتی ہے۔

پس میں نے ایک کُھلا معیار بتا دیا ہے۔ اگر تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری قربانی کی پرواہ نہیں کی گئی تو یاد رکھو کہ جس دن تمہارے اندر یہ خیال پیدا ہوا اُسی دن سے تمہارے اندر نِفاق کی رگ پیدا ہوگئی۔ ایسے شخص کو میں منافق تو نہیں کہتا لیکن نفاق کی رگ اس میں ضرور ہے۔ کئی ہیں جو کسی سے لڑتے ہیں تو شکایت کرتے ہیں کہ جماعت ہماری مدد نہیں کرتی۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے سلسلہ کی کوئی خدمت کی تھی۔ لیکن اگر تم اسے خدا کا کام سمجھتے ہو تو پھر تمہارا کیا حق ہے کہ اس کے معاوضہ کی اُمید رکھو۔ کئی لوگوں کو اِس بات پر ابتلاء آ جاتا ہے کہ فلاں شخص کو پریذیڈنٹ یا سیکرٹری یا امام الصلوٰۃ کیوں بنا دیا گیا۔

میں نے یہ ایک ایسا معیار بتا دیا ہے کہ اگر تم اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نفسوں کو ٹٹولتے رہو تو نِفاق سے بچ سکتے ہو۔ جب تمہارے دل میں عُجب، بڑائی اور کبر پیدا ہو، جب یہ خیال پیدا ہو کہ تمہارے ساتھ، تمہاری اولاد کے ساتھ، تمہارے بھائیوں کے ساتھ اور دوستوں کے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا تو سمجھ لو کہ یہ نِفاق ہے۔ جب اِس سلسلہ کو خدائی سلسلہ سمجھتے ہو اور جماعت میں کوئی نقص دیکھتے ہو تو سمجھ لو کہ خدا خود ذمہ دار ہے تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ جو فعل بادشاہ کے سامنے ہوا ہو کیا اُس کی طرف بادشاہ کو توجہ دلانے کی ضرورت ہوتی ہے؟ وہ اگر ضرورت سمجھے تو خود ہی دخل دیتا ہے۔ پس تم بھی یہی سمجھو کہ اگر کوئی بات دخل دینے کے قابل ہے تو ہمارا خدا زندہ ہے اور وہ سب کچھ دیکھتا ہے وہ خود دخل دے گا۔ اگر نہیں دیتا تو سمجھ لو کہ دخل دینے کی ضرورت نہ تھی۔ پس ایمان کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ یہ زندگی ہے کتنے دن کی۔ اگر کوئی شخص یہ چند روز بھی صبر کے ساتھ نہیں گزار سکتا تو وہ کس طرح توقع کر سکتا ہے کہ اسے ایک نہ ختم ہونیوالی زندگی دے دی جائے۔ وہ اَن گنت سالوں کی زندگی حاصل کرنا چاہتا ہے مگر دو یا چار سال صبر سے نہیں گزار سکتا۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر انسانی زندگی پانچ ، سات سَو بلکہ ہزار سال کی بھی ہوتی اور یہ تکالیف میں بسر ہوتی تو وہ تکالیف بھی آخرت کے آرام کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہ رکھتیں۔ لیکن یہ زندگی تو ہے ہی بہت محدود۔ اس کی تکالیف اور بے عزتی کی حقیقت ہی کیا ہے اصل عزت خدا تعالیٰ کے سلسلہ کی ہے۔ اگر اس کیلئے ہمیں اپنی عزت کی قربانی کرنی پڑے تو ہمیں اپنی عزت اِسی میں سمجھنی چاہئے اور سلسلہ کیلئے ہر قربانی پیش کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ خصوصیت سے اِس وقت یہ بات میں نے اس لئے کہی ہے کہ چند دنوں میں دو رؤیا ایسے ہوئے ہیں جو جماعت کو اس طرف توجہ دلانے والے ہیں۔

ایک رؤیا تو ہمارے خاندان سے باہر کے ایک دوست نے دیکھا ہے۔ اس نے رؤیا میں رسول کریم ﷺ کو دیکھا ہے۔ آپ لوگوں سے کچھ فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دجالی فتنہ سے بچنے کی تم کو نصیحت کی گئی تھی۔ دوسرا رؤیا میری ہمشیرہ نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک تخت پر کھڑے ہیں جو کانپ رہا ہے اور آپ لوگوں سے فرماتے ہیں کہ پندرہ بیس روز یہ دعا کرو رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا اور متفرق مقامات کے متفرق اشخاص کے یہ خواب بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے ایمانوں کو صدمہ سے بچانا چاہتا ہے اور بعض کے ایمانوں کو خطرہ سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے اور یہ تینوں مقام ایسے نہیں کہ ان کو غفلت سے گزار دیا جائے۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ مومن اور منافق کا فرق دوستوں کو بتا دوں۔ تا اگر وہ اپنے ایمانوں کو بچانا چاہیں تو بچالیں ورنہ ایمان اور نفاق میں بال سے بھی زیادہ باریک فرق ہے جسے انسان سمجھ بھی نہیں سکتا۔ خصوصاً اس زمانہ کیلئے تو پیشگوئیاں بھی بہت سی ہیں۔ مثلاً ایک پیشگوئی یہ ہے کہ یُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَ یُصْبِحُ کَافِرًا۔[9] یعنی بعض انسان رات کو مومن ہونے کی حالت میں سوئے گا اور صبح اُٹھے گا تو کافر ہوگا۔ یہ زمانہ اِس قدر وساوس اور شُبہات کا ہے کہ ایمان کو بچانا بہت مشکل ہے۔ بیشک قرآن کریم نے اِس زمانہ کی نسبت فرمایا ہے کہ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ[10] جنت قریب کر دی جائے گی۔ لیکن ساتھ ہی قرآن کریم سے اس زمانہ کا زمانۂ ابتلاء ہونا بھی ثابت ہے۔

پس یہ جو آزادی کا زمانہ ہے اِس میں ہر وقت تم نفاق کے دروازہ پر کھڑے ہو۔ تمہیں چاہئے کہ ہر وقت اپنے ایمان کی فکر کرتے رہو اور اس کا طریق بھی میں نے بتا دیا ہے۔ اگر چاہو تو اس سے فائدہ اُٹھا کر اپنے ایمانوں کو بچا سکتے ہو ورنہ منافقت کا دروازہ بالکل قریب ہے اور ایک ہی دھکے میں تم

اس کے اندر جا سکتے ہو۔

(الفضل ۲۸ ؍اپریل ۱۹۳۷ء)

۱؎ البقرۃ:۱۲ ۲؎ البقرۃ: ۱۳ ۳؎ البقرۃ: ۲۷

۴؎ اٰلِ عمران:۱۳۹ ۵؎ الرحمن: بخاری کتاب القدر باب العمل بالجواتیم (مفہوماً)

۶؎

۷؎ ابن ماجه کتاب الزهد۔ باب ذکر الذنوب

۸؎ تذکرہ صفحہ ۱۸، ۱۹۔ ایڈیشن چہارم

۹؎ مسلم کتاب الایمان باب الحث علی المبادرة بالاعمال

۱۰؎ التکویر: ۱۴